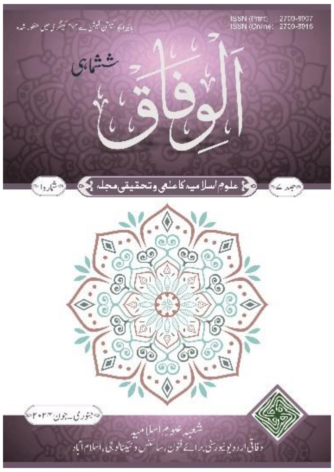

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 7, Issue 1 (January - June 2024)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i1
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Indexing

Article	سود اور اس کے معاشی نقصانات (پاکستان کے معاشی حالات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ) Interest and Its Economic Demerits (An Analytical Study in the Context of Pakistan's Economic Conditions)
Authors	[1] Hafiz Rao Farhan Ali
Affiliations	[1] Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Published	30 June 2024
Article DOI	https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i1.u1
QR Code	
Citation	Hafiz Rao Farhan Ali, "سود اور اس کے معاشی نقصانات (پاکستان کے معاشی حالات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ) Interest and Its Economic Demerits (An Analytical Study in the Context of Pakistan's Economic Conditions)" *Al-Wifaq*, no. 7.1 (June 2024): 1–20, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v7i1.u1.
Copyright Information:	Interest and its Economic Demerits (Analytical Study in the Context of Pakistan's Economic Conditions) © 2024 by Hafiz Rao Farhan Ali is licensed under CC BY 4.0
Publisher Information:	Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

سود اور اس کے معاشی نقصانات

(پاکستان کے معاشی حالات کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

Interest and Its Economic Demerits (An Analytical Study in the Context of Pakistan's Economic Conditions)

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ شریعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

Interest (usury) is a grave sin, and from a Shariah perspective, engaging in interest-based transactions is so detestable that Allah Almighty has equated it in the Holy Quran with declaring war against Allah and His Messenger (peace be upon him). The Messenger of Allah (peace be upon him) has described the sin of interest is equated with committing fornication with one's mother. The outcome of interest is always destruction and ruin.

The severity of interest-based dealings can be gauged from the fact that its impact is not limited to the person who accept it, but others,like who pays it, the one who writes it and the persons who gives witness to it also become deserving of Allah's curse and are distanced from His mercy. In summary, according to the Quran and Hadith, interest-based dealings and transactions are haram (forbidden).

This paper is an effort to highlight the harms of interest, beginning with a discussion on the condemnation of interest in the light of the Quran and Sunnah. It then clarifies the reality of interest based on the views of commentators of Quran, and finally, it outlines the harms of interest. A qualitative research approach has been adopted in this paper. The researcher has concluded that interest is haram in all its forms and causes numerous economic problems for society. Therefore, it is imperative to eliminate interest from the economy as much as possible.

KEY WORDS:

Interest, Riba, Harms of interest, Economic Problems.

وطن عزیز اس وقت شدید معاشی مسائل کا شکار ہے۔ زر مبادلہ کے ذخائر کم اور ڈالر کی قیمت آسمان سے باتیں کرتی دکھائی دیتی ہے۔ پٹرول اور ڈیزل کی قیمتیں بھی انتہائی بلند ہیں۔ آئی۔ ایم۔ ایف کی شرائط بجلی، گیس کو مہنگا کرنے، نیز ٹیکسز

میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ دیکھنے میں آیا اور ایک متوسط آدمی کی زندگی بھی اجیرن ہو چکی ہے۔ پاکستان کے ان گنت معاشی مسائل میں ایک بنیادی وجہ قرض اور اس کا سود ہے۔ مختلف حکومتوں نے مختلف دورانیوں میں بے تحاشا رقم قرض لی ہے اور اب اصل رقم اور سود کی ادائیگی دشوار ہے۔ ذیل میں ہم سود اور قرآن وسنت میں اس کی حقیقت، سود اور تجارت میں فرق، سود کے معاشی نقصانات اور پاکستانی معیشت پر سودی قرض کے اثرات کے حوالے سے بحث کریں گے۔

سود (ربا) قرآن وسنت کی روشنی میں

قرآن وسنت میں "سود" کی بجائے "ربا" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مروجہ سود یعنی روپیہ پیسہ کی ایک معین مقدار متعین مدت کے لئے ادھار دے کر اس پر اضافہ وصول کرنا بھی "ربا" کی تعریف میں داخل ہے۔ مگر ربا میں اس کے ساتھ ساتھ خرید وفروخت کے دیگر معاملات بھی شامل ہیں۔ جہاں اشیاء کا لین دین کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں۔ اس مقالے میں ربا کی صرف پہلی قسم جس میں قرض پر اضافہ وصول کیا جاتا ہے، پر بحث کی جائے گی۔

"ربا" کا لفظ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے مثلاً:

وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا [1]

"اور اس وجہ سے کہ وہ (یہود) سود لیتے تھے حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا ناحق مال کھاتے تھے اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [2]

"مومنو! سود نہ کھایا کرو، دوگنا اور چارگنا اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ [3]

"اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور جو کچھ سود کا باقی ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم واقعی میں اللہ پر ایمان

1۔ القرآن، سورۃ النساء، 161:4

2۔ القرآن، سورۃ آل عمران، 130:3

3۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 2:278-279

رکھتے ہو۔ اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو سن لو کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اگر تم توبہ کر لو تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔"

نزول قرآن کے وقت "ربا" اہل عرب کے لئے ایک بالکل معروف فعل تھا۔ جس کی حقیقت سے وہ شراب، زنا اور قمار کی طرح خوب آشنا تھے۔ تاہم پھر بھی "القرآن يفسر بعضه بعضا" کے مطابق سورالبقرۃ کی آیت نمبر 278 اور 279 نے انہیں بتایا کہ قرض دینے والے کو صرف رأس المال وصول کرنے کا تو اختیار ہے مگر اس سے زائد کوئی بھی رقم خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی "ربا" کہلائے گی جس سے اجتناب ہر مسلمان پر لازم ہے۔

دور جاہلیت میں لوگ ربا کی حقیقت سے تو واقف تھے مگر اسے بیع کی طرح جائز سمجھتے تھے۔ قرآن کریم نے انہیں آکر بتایا کہ بیع میں جو اضافہ تم وصول کرتے ہو وہ قرض کے منافع سے بالکل مختلف ہے، اول جائز اور دوم "ربا" کی وجہ سے ناجائز ہے۔[4] ارشاد باری تعالی ہے:

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا[5]

"(اور سود خوروں کا یہ حشر اس لئے ہوگا کہ) انہوں نے کہا کہ بیع "ربا" کی مانند ہے۔ اللہ نے بیع کو حلال کیا جبکہ "ربا" کو حرام قرار دیا۔"

سود (ربا) کے بارے میں ائمہ تفسیر کے اقوال:

قرآن کریم کے بیان کردہ "ربا" کو رباالقرآن"، رباالجاہلیہ اور ربا النسیئۃ بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ ربا جسے قرآن حکیم نے بیان کیا، وہ دور جاہلیت میں رائج تھا اور ادھار سے معرض وجود میں آتا تھا لہذا مفسرین کہیں اس کی تشریح ربا النسیئۃ اور کہیں رباالجاہلیہ سے کرتے ہیں۔ ذیل میں اسی حوالے سے تفصیل پیش خدمت ہے۔

امام رازی کی رائے

امام رازی فرماتے ہیں:

وأما ربا النسيئة فهو الأمر الذي كان مشهورا متعارفا في الجاهلية وذلك انهم كانوا يدفعون المال على أن يأخذوا كل شهر قدرا معينا، ويكون راس المال باقيا، ثم إذا حل الدين طالبوا المديون براس المال، فإن تعذر عليه الأداء زادوا في الحق والأجل،

4۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد السلامۃ (دار طیبۃ للنشر والتوزیع, 1999)، 709/1.

5۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 275:2

فهذا الرباء الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به.[6]

اور جہاں تک ربا النسیئۃ کا تعلق ہے تو وہ دور جاہلیت کا ایک مشہور و معروف معاملہ تھا۔ جس میں لوگ روپیہ پیسہ اس شرط پر دیتے تھے کہ وہ ایک متعین مقدار ماہانہ وصول کریں گے۔ اور راس المال (Principal Amount) یونہی جوں کا توں باقی رہے گا۔ پھر جب ادائیگی کا وقت آتا اور مقروض سے راس المال کی واپسی کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو مدت اور واجب الاداء رقم کو بڑھا دیا جاتا۔ یہ تھا وہ جاہلیت کا رباجو ان کے ہاں رائج تھا۔

امام جصاصؒ کی رائے

امام ابو بکر جصاصؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں پہلے ربا کے لغوی معانی بیان کئے ہیں کہ اس کے لغوی معنی زیادتی اور اضافہ کے ہیں۔ اس کے بعد یہ بتاتے ہیں کہ ربا کی آیات کے نزول کے وقت اہل عرب میں ربا کی مشہور صورت کیا تھی؟ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

> وَالرِّبَا الَّذِي كَانَتْ الْعَرَبُ تعرفه وتفعله إنما كان قرض والدراهم وَالدَّنَانِير إِلَى أَجَلٍ بِزِيَادَةٍ عَلَى مِقْدَارِ مَا اُسْتُقْرِضَ عَلَى مَا يَتَرَاضَوْنَ بِهِ وَلَمْ يَكُونُوا يَعْرِفُونَ الْبَيْعَ بِالنَّقْدِ وَإِذَا كَانَ مُتَفَاضِلًا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ هَذَا كَانَ الْمُتَعَارَفَ الْمَشْهُورَ بَيْنَهُمْ وَلِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَما آتَيْتُمْ مِنْ رِباً لِيَرْبُوَا فِي أَمْوالِ النَّاسِ فَلا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ[7] فَأَخْبَرَ أَنَّ تِلْكَ الزِّيَادَةَ الْمَشْرُوطَةَ إنَّمَا كَانَتْ رِبًا فِي الْمَالِ الْعَيْنِ لِأَنَّهُ لَا عِوَضَ لَهَا مِنْ جِهَةِ الْمُقْرِضِ[8]
>
> "اور ربا جو کہ عرب کے ہاں معروف اور رائج تھا وہ یہ تھا کہ دراہم اور دنانیر مخصوص مدت کے لئے اس شرط پر قرض دیا کرتے تھے کہ وہ ان پر ایک متعین اضافہ وصول کریں گے اور یہ معاملہ باہمی رضامندی سے ہوتا تھا اور ان کے ہاں بیع بالنقد اور ایک ہی جنس میں تفاضل مروج نہ تھا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں اضافہ نہیں ہوتا)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ (سود کی شکل میں) وہ زیادتی جو پہلے سے مشروط ہوتی ہے، وہ اصل رقم پر اضافہ ہے اور یہ اضافہ عوض کے بغیر ہے۔"

6۔ فخر الدين أبو عبدالله محمد بن عمر بن الحسن التيمي الرازي، مفاتيح الغيب=التفسير الكبير (بيروت: دار احياء التراث العربي، 1420)، 72/7.
مفسرین کے اقوال میں مفتی محمد تقی عثمانی کتاب اسلام اور جدید معاشی وسائل سے استفادہ کیا گیا ہے تاہم اقوال کو اصل مصادر سے مطالعہ کے بعد درج کیا گیا ہے۔

7۔ القرآن، سورۃ الروم، 39:30

8۔ أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص، أحكام القرآن، تحقيق: محمد صادق القمحاوي (بيروت: دار احياء التراث العربي، 1405)، 183/2.

علامہ طبریؒ کی تشریح:

علامہ طبریؒ نے ربا کی تفسیر قتادہؒ سے یہ نقل کی ہے۔

أَنَّ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ، يَبِيعُ الرَّجُلُ الْبَيْعَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَإِذَا حَلَّ الْأَجَلُ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَ صَاحِبِهِ قَضَاءٌ زَادَهُ وَأَخَّرَ عَنْهُ [9]

"بے شک جاہلیت کا ربا یہ تھا کہ ایک شخص کوئی چیز دوسرے کو ادھار پر فروخت کرتا پس جب (واجب الاداء رقم کی) مدت آجاتی اور خریدار قیمت کی ادائیگی نہ کر سکتا تو فروخت کنندہ چیز کی قیمت میں اضافہ کر کے مہلت بھی بڑھا دیتا۔"

ائمہ تفسیر کے اقوال کا خلاصہ:

ائمہ تفسیر کے اقوال سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ دور جاہلیت میں ربا کی ایک سے زائد صورتیں رائج تھیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ اصل معاملہ قرض کا ہوتا جس میں ایک رقم ادھار پر دی جاتی تھی اور اس پر متعین اضافہ وصول کیا جاتا۔ کبھی یہ اضافہ ماہانہ بنیادوں پر حاصل کیا جاتا تھا اور اصل رقم جوں کی توں برقرار رہتی۔ جیسا کہ علامہ رازیؒ نے نقل کیا ہے۔

دوسری صورت ربا کی یہ تھی کہ اصل میں رقم ادھار پر نہ دی جاتی تھی بلکہ خرید وفروخت کا عقد ادھار پر کیا جاتا تھا لیکن جب مقررہ مدت پر خریدار رقم ادا نہ کر سکتا تو شے کی قیمت میں اضافہ کر کے مزید مہلت دے دی جاتی۔ یہی وہ معاملہ تھا جس کی طرف امام مجاہدؒ نے اشارہ کیا:

كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَكُونُ لِلرَّجُلِ عَلَى الرَّجُلِ الدَّيْنُ، فَيَقُولُ: لَكَ كَذَا وَكَذَا وَتُؤَخِّرُ عَنِّي فَيُؤَخِّرُ عَنْهُ [10]

"دور جاہلیت میں ایک شخص کے ذمہ دوسرے کا قرض ہوتا پھر وہ اپنے قرض خواہ سے کہتا کہ میں تجھے اتنی اتنی رقم (مزید) ادا کروں گا بشرطیکہ تو مجھے مزید مہلت دیدے تو اس پر اس کو مہلت دے دی جاتی۔"

امام مجاہدؒ نے اس واقعے میں قرض کی بجائے دین کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو کہ عموماً اشیاء کی خرید وفروخت سے جنم لیتا ہے۔ مذکورہ بالا تمام صورتوں میں خواہ وہ قرض سے متعلق ہوں یا دین سے۔ ایک بات مشترک تھی وہ یہ کہ ادھار کی رقم پر ایک اضافی رقم کا مطالبہ کیا جاتا تھا جو کہ اپنی تمام شکلوں کے ساتھ ممنوع قرار پایا۔

9۔ أبو جعفر محمد بن جریر الطبري، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، تحقیق: د. عبد الله بن عبد المحسن الترکي (قاهرة، مصر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزیع والإعلان، 2001)، 37/5.

10۔ طبری، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، 38/5.

روایتی بینکاری کا موجودہ کاروبار سود کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ عوام الناس سے رقوم وصول کرتے ہیں تو ان پر ایک متعین اضافہ بھی انہیں فراہم کرتے ہیں اس وقت عوام کی حیثیت قرض خواہ اور بینک کی مقروض کی سی ہوتی ہے۔ پھر جب بینک آگے قرض دیتا ہے تو اس وقت بینک قرض خواہ اور رقم وصول کرنے والا مقروض ہوتا ہے۔ خواہ وہ تاجر ہو یا کارخانہ دار، نوکری پیشہ ہو یا سرمایہ دار۔ بینک مقروض سے پیشگی متعین اضافی رقم کے ساتھ معاملہ کرتا ہے کہ وہ اتنی اضافی رقم ہر سال وصول کرے گا۔

احادیث میں سود کی مذمت

عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ:لَعَنَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَكَلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ..... [11]

"علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت کی۔۔۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ. [12]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سود ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سے سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے نکاح کرے۔

یوں تو سود کی حرمت میں دیگر احادیث بھی ہیں لیکن ایک مسلمان کے لئے تو ایک حدیث بھی کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی کام سے منع کر دیں تو وہ اس سے رک جائے بالخصوص جب وہ کام اللہ تعالیٰ سے جنگ کے برابر ہو اور اس کام کے کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور معاذ اللہ جب وہ (سود کھانا) اپنی ماں سے نکاح کے مترادف ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان ارشادات کو حرزِ جاں بنائیں اور سود سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرتے ہوئے اسے فی الفور ترک کریں۔

سود اور تجارت میں فرق

1. تاجر جب اپنا مال تجارت میں لگاتا ہے تو اسے قطعاً یہ یقین نہیں ہوتا اور نہ ہی ضمانت ہوتی ہے کہ اسے ہر لاکھ پر مثلاً

11۔ أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، صحيح مسلم، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي (بيروت: دار احياء التراث العربي، 1955)، باب لَعْنِ آكل الرِّبَا وَمُؤْكِلِهِ، حديث: 1597، 1218/3.

12۔ أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني ابن ماجه، سنن ابن ماجه، تحقيق: شعيب الأرنؤوط (بيروت: دار الرسالة العالمية، 2009)، كتاب التجارات، باب: التغليظ في الربا، حديث: 2274، 377/3.

پندرہ فیصد منافع ہو گا لیکن سود خور شخص اس یقین اور ضمانت کے ساتھ قرض دیتا ہے کہ وہ ہر لاکھ پر، دس، بارہ یا پندرہ فیصد سود وصول کرے گا۔

2. تاجر کا مال تو خطرات کی زَد میں رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ نفع ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ نقصان ہو جائے اور پھر نفع یا نقصان کی حد حتمی اور یقینی نہیں لیکن سود دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ تاجر کو نفع ہو یا نقصان، اسے اپنے سرمائے کا سود ضرور ملے۔

3. سودی نظام ناانصافی بلکہ ظلم پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ جو شخص سودی رقم قرض لے کر محنت کرے، وہ تو نقصان کی زد میں رہے اور جو صرف رقم سود پر دے، نقصانات سے دامن بچا کر اپنی رقم پر اضافے کا مطالبہ کرے۔

سود کے نقصانات

سود انسانی معاشرے میں بے پناہ اخلاقی و روحانی نقصانات کا سبب بنتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ معیشت بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتی۔ ذیل کی سطور میں پہلے سود کے اخلاقی و روحانی نقصانات پھر معاشی نقصانات کا جائزہ لیا جائے گا۔

اخلاقی اور روحانی نقصانات

مولانا مودودیؒ کے بقول اخلاق اور روح ہی اصل جوہر انسانیت ہے اگر کوئی چیز ہمارے اس جوہر کو نقصان پہنچانے والی ہو تو بہر حال وہ قابل ترک ہے۔[13] سود کا اگر بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کے اندر حرص، طمع پیدا کرتا ہے جس سے خود غرضی اور مفاد پرستی جنم لیتی ہے۔ سود خور کو صرف اپنے نفع اور اپنی رقم سے غرض ہوتی ہے۔

دولت سے بے تحاشا محبت انسان کے اندر قساوت قلبی بھی پیدا کرتی ہے جس سے موم سا انسان ایک پتھر بن کے رہ جاتا ہے۔ جس پر فاقہ زدہ شخص کی بدحالی، بھوک کے مارے بچوں کے پچکے گال، بستر پر پڑے شخص کی علالت اور بے گور و کفن لاش کچھ اثر نہیں کرتی۔

سود خوری کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ وہ انسان میں حلال و حرام کی تفریق بھی ختم کر دیتی ہے۔ ایک شخص ایسا ہے جسے غرباء کے گھروں کی تعمیر کے لئے بلا سود قرض چاہیئے جبکہ دوسرے شخص کو شراب کی فیکٹری کے قیام کے لئے سود پر رقم چاہیئے۔ سود خور ذہنیت اس دوسرے شخص کو قرض دینے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہاں رقم پر اضافے کی امید ہے جو کہ پہلے میں نہیں۔

سود صرف انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر بھی معاشرے میں انتشار و پراگندگی کا سبب بنتا ہے جس سے معاشرہ کبھی

13۔ ابوالاعلیٰ مودودی، سود (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2005)، 75.

بھی مستحکم نہیں ہوتا۔[14]

سود معاشرے میں نفرت کا سبب بھی بنتا ہے۔ وہ اس طرح کے جو شخص رقم سود پر قرض لیتا ہے اور بر وقت ادا نہیں کر سکتا تو سود خور قرض خواہ اس کی مدت میں اضافہ کر دیتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کی سود کی شرح بھی بڑھا دی جاتی ہے جس سے قرض خواہ اور مقروض میں نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں جو کہ سوسائٹی کے لئے انتہائی نقصان دہ ہیں۔

معاشی نقصانات

وطن عزیز کی معیشت ایک طویل عرصے سے سود پر مبنی رہی ہے۔ بینکوں نے سود پر قرضے دیئے ہیں اور عوام الناس و حکومتوں نے انہیں وصول کیا ہے جس کی وجہ سے معاشی حالات پیچیدہ ہوئے ہیں۔ علماء تو علماء، ماہرین معیشت بھی سود کو انتہائی نقصان دہ قرار دیتے ہیں۔ ذیل کے صفحات میں سود کے معاشی نقصانات کے حوالے سے بحث کی جائے گی۔

اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ

سودی قرض اشیاء میں قیمتوں کے اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے کہ سرمایہ کار یا صنعتکار جب سود پر قرض حاصل کرتا ہے تو وہ اسے اشیاء کی قیمت اور لاگت میں شمار کرتا ہے جس کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر سود کی شرح بلند ہو تو قیمت کی شرح بھی بلند ہو جاتی ہے۔[15]

سود کی متعین شرح کو جب قیمت میں شامل کر دیا جاتا ہے تو اب اس لازمی مطلب یہ ہے کہ ایک چیز جو پہلے مثال کے طور پر سو روپے میں دستیاب تھی، شرح سود میں اضافے کی وجہ سے ایک سو پانچ روپے میں دستیاب ہو گی۔ اس طرح کی اشیاء کی تعداد اگر زیادہ ہو، جیسا کہ ہوتی ہے، اس لئے کہ انسان کو روزمرہ کی ضروریات میں ان گنت چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے، تو ماہانہ تنخواہ کم رہ جاتی ہے جسے پورا کرنے کے لئے قرض لینا پڑتا ہے۔ موجودہ حالات بھی یہی ہیں کہ سفید پوش طبقہ مہنگائی سے پریشان اور دن بدن مقروض ہو رہا ہے۔ جب حالات یہاں تک پہنچ جائیں کہ گزران زندگی کے لئے قرضے لینے پڑیں، ایسے میں بچت کرنا اور معاشی سرگرمیوں میں اضافہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اشیاء کی بلند قیمتیں صارفین، بالخصوص غریب اور متوسط طبقے کے لئے انتہائی پریشان کن ہوتی ہیں اس لئے کہ ان کا ماہانہ بجٹ متاثر ہوتا ہے نیز یہ کہ جس حساب سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، آمدنیاں اس حساب سے نہیں بڑھتیں۔ وطن عزیز چند سالوں سے شدید سیاسی اور معاشی مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں حال ہی میں شرح سود 22 فیصد تک جا پہنچی تھی جس کے برے اثرات معیشت پر بھی مرتب

14۔ اجتماعی تمدن کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: مودودی، سود، 76.

15۔ مودودی، سود، 344.

ہوئے اور مہنگائی میں اضافہ ہوا۔[16]

ایشیائی ترقیاتی بینک نے مالی سال 2023 تا 2024 میں اس خطے میں پاکستان کے بارے میں سب سے زیادہ مہنگائی اور سب سے کم شرح نمو کی پیشین گوئی کی تھی۔[17] اپریل 2024 میں عالمی بینک نے کہا کہ پاکستان میں مہنگائی کی شرح پچاس سال کی بلند ترین سطح پر ہے۔[18] تاہم اس کی بنیادی وجہ بجلی اور گیس کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کو قرار دیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ قیمتیں بھی اس وجہ سے بڑھائی جاتی ہیں کہ ہم قرض در قرض اور سود در سود اور ان سے پیدا شدہ مسائل کا شکار ہیں۔ موجودہ قرض اور سود کو اتارنے کے لئے نیا قرض حاصل کرنا پڑتا ہے اور اس کی خاطر قیمتوں اور ٹیکسز میں اضافے جیسے اقدامات کرنا پڑتے ہیں۔

سود کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ، شرح سود میں مزید اضافے کو جنم دیتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اشیاء کی قیمتوں میں متعین شرح سود کی وجہ سے اضافہ ہو جاتا ہے جب کہ آمدنیوں میں اس قدر اضافہ نہیں ہوتا تو سود کی وجہ سے پیدا شدہ اضافے کو پورا کرنے کے لئے قرضوں کی ضرورت پیش آتی ہے تو گویا زر کی طلب پیدا ہوتی ہے اور پھر اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب زر کی طلب میں اضافہ ہو مگر زر کی رسد اس اضافے کی مانند نہ ہو تو سود کی شرح مزید بڑھ جاتی ہے جس کے بد ترین اثرات معیشت پر مرتب ہوتے ہیں۔[19]

بے روزگاری

سودی نظام معیشت میں چونکہ یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ قرض دیا جائے تاکہ اس پر سود کی شکل میں منافع حاصل کیا جاسکے لہذا ادارے قرض پر قرض جاری کرتے ہیں اور عوام اس قرض کی بنیاد پر زیادہ خرچ کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے بچتوں کے رجحان میں کمی ہوتی ہے۔ جب بچتیں ہی نہیں ہوتیں تو سرمایہ کاری میں کمی واقع ہوتی ہے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بے روزگاری پھیل جاتی ہے۔ حقائق یہ بتاتے ہیں کہ گزشتہ تین دہائیوں سے بچتوں کے رجحان میں کمی واقع ہوئی ہے اور غریب ممالک تو کیا، امیر ممالک میں بھی بے روزگاری بڑھی ہے۔

یورپین ممالک میں 2010 میں بے روزگاری کی شرح گیارہ اعشاریہ چار ہو گئی جبکہ 2008 میں یہی شرح سات

16. Ariba Shahid, "Pakistan Central Bank Keeps Interest Rate on Hold at 22%," accessed on May 15, 2024, https://www.reuters.com/markets/rates-bonds/pakistans-central-bank-keeps-interest-rate-hold-22-2024-03-18/.
17. Dawn News, 11-April-2024, https://www.dawnnews.tv/news/1230637.
18. Express News, 08-April-2024, https://www.express.pk/story/2627612/1/
19. Mohd Saleem, Matloob Ullah Khan, and Dr. Sadaf Siraj, "The Impact of Interest Based Banking on Socio-Economic Environment and Its Solution through Islamic Finance Concepts," International Journal of Scientific and Research Publications 3, no. 11 (2013): 1–8, http://www.ijsrp.org/research-paper-1113.php?rp=P231974.

اعشاریہ آٹھ تھی اور 72-1971 میں تو یہ شرح صرف دو اعشاریہ نو فیصد تھی۔[20]

جنوری 2024 میں کورنگی ایسوسی ایشن آف ٹریڈ اینڈ انڈسٹری کے سابق صدر شیخ عمر ریحان نے بلند شرح سود کی وجہ سے صنعتوں کو درپیش متعدد مسائل کی نشاندہی کی۔ مثلاً یہ کہ صنعتوں کا پھیلاؤ رک گیا ہے، نئی صنعتیں قائم نہیں ہو رہیں، صنعتی شعبے میں سرمایہ کاری نہیں ہو رہی، بین الاقوامی مارکیٹ میں ہماری مصنوعات اپنی جگہ نہیں بنا سکیں وغیرہ وغیرہ۔[21] واضح رہے کہ جب صنعتوں کو مسائل درپیش ہوتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ صنعتوں کی بندش کی صورت میں سامنے آتا ہے جس سے بڑے پیمانے پر بے روزگاری پھیل جاتی ہے ۔وطن عزیز بھی اسی مسئلے کا شکار ہے۔

ارتکاز دولت

سودی نظام ارتکاز دولت کو بھی جنم دیتا ہے۔دولت سکڑ کر چند ہاتھوں میں آجاتی ہے جس سے امیر، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سودی نظام معیشت کا رُخ امیروں اور بڑے کاروباری گروہوں کی طرف ہوتا ہے۔اس لئے کہ مذکورہ سرمایہ کاروں کے ہاں بڑی رقم کی کھپت کے امکانات ہوتے ہیں اور بینک کی طلب کردہ ضمانتیں بھی وافر دستیاب ہوتی ہیں، لہذا یہ قرض بھی امیروں کو ملتا ہے اور غریب آدمی کے لئے بینک میں جگہ نہیں ہوتی حالانکہ بینک میں جمع ہونے والی رقوم میں غریب اور متوسط گھرانوں کا بھی حصہ ہوتا ہے جو اپنی چھوٹی چھوٹی بچتیں بینک کے پاس رکھواتے ہیں تاکہ انہیں اس پر منافع مل سکے۔

Arne Bigsten نے خوب کہا ہے کہ آج سرمائے کی تقسیم، زمین کی تقسیم سے بھی غیر منصفانہ ہو چکی ہے۔اور اس غیر منصفانہ تقسیم میں اہم کردار نظام بینکاری کا ہے۔ مورگن گارنٹی ٹرسٹ کمپنی، جو امریکہ کے سب سے بڑے بینکوں میں سے ایک ہے، نے اعتراف کیا ہے کہ نظام بینکاری ترقی پذیر چھوٹی کمپنیوں کو یا نفع و نقصان پر مبنی کاروبار کو مالی اعانت فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے، اور سرمائے کی فراوانی کے باوجود، صرف سب سے بڑی کمپنیوں کو مسابقتی قیمت پر مالی اعانت فراہم کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔[22]

ارتکاز دولت کے حوالے سے تیسری دنیا کے غریب ممالک کا تو کہنا ہی کیا وہ تو ہے ہی غربت کے سمندر مگر امیر ملکوں میں بھی صورتحال بہتر نہیں۔

1978ء اور 1986ء کے مابین امریکہ میں ارتکاز دولت کا جائزہ لینے کے بعد کمیٹی کے چیئرمین ڈیوڈ آر۔ اوبے

20. Dr. M. Umer Chapra, Prohibition of Interest: Does It Make Sence? (Durban: IDM Publications and Research Unit, A Division of the Islamic Dawah Movement of Southern Africa, 2015), 17.
21. Express News, January 24,2024, Retived from: https://www.express.pk/story/2596008/6/#google_vignette
22. Chapra, Prohibition of interest: Does it make sence?, 19.

(David R. Obey) نے کہا تھا کہ اعداد و شمار نے ثابت کر دیا ہے کہ امیر، امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوا ہے اگر دولت ہی کو کسی قوم کی طاقت شمار کیا جائے تو پھر امریکیوں کی زیادہ تعداد 1960ء کے مقابلے میں آج کم طاقت رکھتی ہے۔[23]

ڈیوڈ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ 1960ء میں دولت کی تقسیم اتنی ناہموار نہ تھی جتنی آج ہے لہذا اگر دولت ہی طاقت کا معیار ہے تو پھر امریکیوں کے پاس پہلے طاقت زیادہ تھی اس لئے کہ اس وقت غریب کے پاس بھی چار آنے تھے، بعد میں وہ بھی امیر کے پاس چلے گئے۔

آکسفیم کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ایک فیصد اشرافیہ کے پاس ستر فیصد آبادی کے برابر دولت ہے۔

World Inequality Database کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے دس فیصد امیروں کے پاس ملک کی بیالیس فیصد آمدن ہے جبکہ نچلے پچاس فیصد کا ملکی آمدن میں حصہ محض تیرہ فیصد ہے۔[24]

امیر و غریب کے مابین بڑھتی ہوئی عدم مساوات معاشرتی مسائل کو جنم دیتی ہے۔ غریب طبقہ یہ خیال کرتا ہے کہ امراء کا مال ان کے خون پسینہ کی بدولت ہے۔ یہ لاوا آہستہ آہستہ سینے میں پکتا رہتا ہے اور پھر چوری، ڈاکہ زنی، بھتہ خوری، لوٹ مار حتی کہ قتل و غارت میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کا بلاواسطہ اثر ملکی معیشت پر پڑتا ہے۔

حکومتوں کے بے جا خرچ اور قرضوں کی معیشت

ڈاکٹر عمر چھاپرا نامور مسلم معیشت دان ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حکومتیں چونکہ نہ صرف ترقیاتی اخراجات بلکہ غیر ضروری حد تک دفاعی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سود پر قرض لیتی ہیں۔ اسی طرح وہ ان شعبہ جات کے لئے بھی قرض لے رہی ہوتی ہیں جو کہ عوام پر بوجھ ہوتے ہیں اور ملکی دولت میں ایک روپے کا اضافہ نہیں کرتے، لہذا اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے حکومتی قرضے بڑھتے چلے جاتے ہیں جس سے ادائیگیوں کا توازن نہایت حد تک بگڑ جاتا ہے۔ اس کا دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ نہایت مفید منصوبے پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور ان پر سرمایہ کاری نہیں کی جاتی اس لئے کہ پہلی ترجیح تو قرض اتارنا ہوتی ہے جس کے لئے مزید قرض بھی لینا پڑتا ہے لہذا ملکی معیشت میں بہتری نہیں آتی۔[25]

وطن عزیز بھی انہی مسائل کا شکار رہا ہے جن کی عکاسی ڈاکٹر عمر چھاپرا نے کی ہے۔ ذیل میں ہم تفصیل سے بحث کریں گے کہ پاکستان پر کتنا قرضہ ہے اور اس میں اصل رقم کتنی اور سود کتنا ہے؟ نیز یہ کس دور میں کتنا قرض لیا گیا ہے؟

23. M. Umer Chapra, Islam and the Economic Challenge (Markfield, UK: The Islamic Foundation, 2003), 127.
24. Wali Mubashir Kazmi, Inequality of Wealth Distribution in Pakistan,Daily Times,March 03,2023.Retrived from: https://dailytimes.com.pk/1068550/inequality-of-wealth-distribution-in-pakistan/
25. Chapra, *Prohibition of Interest: Does It Make Sence?, 15*

پاکستان پر واجب الادا قرضوں کی تاریخ

پاکستان کے قرضوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ 1947ء سے 2008ء تک مجموعی قرضہ 6127 ارب روپے تھا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے 2008ء سے 2013ء تک اس میں 133 فیصد اضافہ یعنی 8165 ارب روپے کا اضافہ کیا، جس سے یہ قرضہ 14292 ارب روپے تک پہنچ گیا۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے دور میں، 2013ء سے 2018ء تک، یہ قرض 24953 ارب روپے تک پہنچ گیا، جو ملکی جی ڈی پی کا 72.5 فیصد تھا۔ پاکستان تحریک انصاف کی حکومت نے قرضوں میں کمی کا وعدہ کیا تھا، لیکن تین سالوں میں، جون 2021ء تک کل قرضہ 39859 ارب روپے تک پہنچ گیا، جو مجموعی قومی پیداوار کا 83.5 فیصد بنتا تھا۔ پی ڈی ایم کے دور حکومت میں، 30 جون 2022ء سے 30 جون 2023ء تک، ملک پر واجب الادا قرضوں میں 13638 ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ اس دوران ڈالر کی قدر 204.4 روپے سے بڑھ کر 286.4 روپے ہوگئی، جس سے غیر ملکی قرضوں میں اضافہ ہوا۔ آج، ملک پر واجب الادا قرضے 62000 ارب روپے سے تجاوز کر چکے ہیں۔[26]

اسی حوالے سے ڈاکٹر اشفاق حسن نے اعداد و شمار کے اختلاف کے ساتھ اپنے 2013 کے کالم میں لکھا تھا کہ 2007ء اور 2012ء کے درمیان ملکی تاریخ میں قرضوں کا بدترین اضافہ دیکھنے میں آیا۔ 2006ء تک قرضوں کا سالانہ اضافہ چھ اعشاریہ چھ فیصد تھا جو کہ 2007ء اور 2012ء میں بڑھ کر اکیس اعشاریہ پانچ فیصد ہو گیا ہے۔ پچھلے سالوں میں (1947ء-2006ء) میں اندرونی قرضوں کا حجم چار اعشاریہ آٹھ کھرب تھا جو کہ اگلے پانچ سالوں میں بارہ اعشاریہ آٹھ کھرب تک جا پہنچا جس کے باعث سود کی ادائیگیوں میں دوگنا اضافہ ہوا۔ حکومت نے بجٹ میں ایک خاص حصہ ان قرضوں کے لئے الگ سے بھی رکھا مگر افسوس کہ اندرونی قرضوں پر شرح سود اصل رقم کے نوے فیصد سے بھی تجاوز کر گئی۔ 2007ء میں ہر پاکستانی بچہ پیدائشی طور پر تیس ہزار کا مقروض تھا۔ 2012ء میں چھہتر ہزار اور 2013 میں یہ رقم تراسی ہزار تک جا پہنچی۔[27]

بیرونی اور اندرونی قرضوں کی تفصیل اور ان پر سود کی ادائیگی

وطن عزیز کے بیرونی اور اندرونی قرضے کتنے ہیں اور حکومت نے ان پر کتنا سود ادا کیا ہے؟ اس حوالے سے اسٹیٹ بینک کے مطابق تفصیل یہ ہے کہ، مالی سال 2023 کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مالی سال کے اختتام پر حکومت کا مقامی قرضہ 38,808 ارب روپے جبکہ بیرونی قرضہ 22,030 ارب روپے تھا۔ اسٹیٹ بینک کے مطابق، مالی سال 2023 میں

26۔ روزنامہ جنگ، 25 نومبر 2023، پاکستان پر قرضے (اداریہ)، https://jang.com.pk/news/1292767

27۔ ڈاکٹر اشفاق حسن خان، "بے حسی"، روزنامہ جنگ، 22 فروری، 2013ء۔

20.81 ارب ڈالر قرضوں کے اصل اور سود کی ادائیگی پر خرچ ہوئے، جس میں قرضوں کے اصل کی ادائیگی پر 16.39 ارب ڈالر اور سود کی ادائیگی پر 4.42 ارب ڈالر خرچ ہوئے۔[28]

مالی سال 2204-2023 کا کل بجٹ 18،887 ارب روپے کا تھا جس میں 9775 ارب روپے قرضوں کے سود کی ادائیگی کے لئے رکھے گئے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے بجٹ کا 51.75 فیصد صرف سود کی مد میں خرچ کریں گے۔ اگر یہ رقم سود کی مد خرچ نہ کی جاتی تو تعلیم، صحت، غربت کے خاتمے، پروفیشنل ڈیویلپمنٹ، انفراسٹرکچر کی تعمیر سمیت سینکڑوں منصوبے اس رقم سے مکمل کئے جا سکتے تھے لیکن کیا کریں اس کینسر نما بیماری کا جو آئے روز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ایک طرف 9775 ارب روپے کی رقم سود کی نذر جبکہ اسی سال کے بجٹ میں زراعت، جو ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، کے لئے 5 ارب کسان پیکج کے عنوان سے رکھے گئے ہیں۔ ہم پانی کے بحران کا بھی شکار ہیں۔ ہمارے دریا خشک ہوتے جا رہے ہیں جبکہ دوسری طرف لہلہاتی فصلوں کو سیلاب بہا کر لے جاتا ہے۔ اس تناظر میں ڈیم ہماری اشد اور ہنگامی ضرورت ہیں لیکن سود کا اژدھا ہمیں اس طرف بھی کھل کا رقم خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتا لہذا دیامر بھاشا ڈیم کے لئے 40 ارب، مہمند ڈیم کے لئے 45 ارب مختص کئے گئے ہیں۔[29]

سود کا آغاز کم شرح سود سے، مگر انجام تباہی

سود کی یہ خاصیت ہے کہ جب ایک دفعہ یہ کسی کی معیشت میں داخل ہو جائے تو پھر اسے نکالنا بڑا ہی مشکل کام ہوتا ہے۔ یہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرتا ہے۔ مقروض بڑی ہی کوشش کرتا ہے کہ وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرے، لیکن وہ بمشکل اصل رقم پر سود ہی ادا کر پاتا ہے اور بسا اوقات سود اصل سرمائے کا حصہ بن کر بلند شرح سود کو جنم دیتا ہے۔ مارگریٹ نے سودی قرض کو کینسر سے تشبیہ دی ہے اور لکھا ہے کہ:

> "It grows slowly first, although always accelerating, and often by the time it has been discovered it has entered a growth phase where it cannot be stopped. Exponential growth in the physical realm usually ends with the death of the host and the organism on which it depends. Based on interest and compound interest, our money doubles at regular intervals, i.e., it follows an exponential growth pattern. This explains why we are in trouble with our monetary system today. Interest, in

---

28۔ جیو اردو (اردو)، 16 اگست، 2023، https://urdu.geo.tv/latest/337649

29۔ روزنامہ ایکسپریس، 13 جون، 2024، https://www.express.com.pk/epaper/Index.aspx?Issue=NP_ISB

fact, acts like cancer in our social structure".[30]

"کینسر کی بیماری اور سود کی مثال ایک جیسی ہے۔ کینسر کی رفتار شروع میں سست ہوتی ہے مگر ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ ایسے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے جہاں اسے روکا نہیں جاسکتا بلکہ یہ مریض کی موت پر ہی منتج ہوتا ہے۔ سودِ مفرد اور سودِ مرکب کی وجہ سے ہمارا روپیہ پیسہ ایک وقفے کے بعد دگنا ہو جاتا ہے (لیکن اس کا یہ دگنا ہونا) بالکل کینسر کے طرز پر ہوتا ہے۔ یہ وضاحت اس سوال کا جواب ہے کہ آج ہم اپنے معاشی نظام میں مسائل کا شکار کیوں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سود ہمارے جسم میں کینسر کا سا کردار ادا کرتا ہے۔"

محترم مصنفین نے سود کو کینسر سے تشبیہ دے کر "حقیقت" کو واضح کیا ہے۔ تیسری دنیا کے اکثر ممالک جو ایک دفعہ سودی قرضوں کے جال میں پھنسے، آج تک ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، مگر خلاصی ممکن نہیں پاکستان بھی ان میں سے ایک ہے۔ جس کے حالات کا مختصر تذکرہ اوپر کے صفحات میں کیا گیا ہے۔

عالم اسلام کی مشہور شخصیت ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے ایک عرصہ قبل مصر کی معیشت کے بارے میں لکھا کہ سودی معیشت نے فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہی پہنچایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ صرف مصر کا واجب الاداء قرضہ چوالیس ہزار ملین ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ اگر اس پر دس فیصد سود لگائیں تو صرف سود چار ہزار چار سو ملین ڈالر بنتا ہے جبکہ قرضوں کا سود اس شرح سود سے کہیں زیادہ ہے پھر اگر اس میں سود در سود والی رقم شامل کریں تو تھوڑے سالوں میں قرضہ دگنا چگنا ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اکثر ممالک وقت پر قرض ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس طرح تیسری دنیا قرضوں کے بوجھ کے نیچے پس رہی ہے ان کا کام بس یہی رہ گیا ہے کہ سود اور سالانہ قسطیں ادا کریں یہ تو ایک ایسا سنگین مسئلہ ہے جس سے طاقتور ممالک بھی اپنی کمر سیدھی نہ کر سکے پھر کمزور اور ترقی پذیر ممالک کا کیا حال ہوگا۔[31] واضح رہے کہ مصر کا قرض اب چوالیس ہزار ملین ڈالر نہیں بلکہ اس کا حالیہ بیرونی قرض 168 ارب ڈالر ہو چکا ہے جو کہ ملکی پیداوار کے 42.4 فیصد کے برابر ہے۔[32]

کھاتہ داروں کو ملنے والے نفع کی بے وقعتی

سودی نظام معیشت صرف مالداروں اور سرمایہ داروں کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ سرمایہ دار چھوٹے منصوبوں سے لے کر بڑے منصوبوں تک روپیہ پیسہ بینک سے حاصل کرتے ہیں اور بینک کے پاس موجود سرمایہ اس کا ذاتی

30. Margrit Kennedy, *Interest and Inflation Free Money: Creating an Exchange Medium That Works for Everybody and Protects the Earth* (Seva International, 1995), 6.

31۔ محمد یوسف القرضاوی، ربا اور بینک کا سود، مترجم: عتیق الظفر (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، 1998)، 31

32. Reuters, "Egypt's foreign debt rises $3.5 billion in last quarter of 2023", May 9, 2024, https://www.reuters.com/world/africa/egypts-foreign-debt-rises-35-billion-last-quarter-2023-2024-05-09/

نہیں بلکہ کھاتہ داروں کا ہوتا ہے لہذا کسی بھی منصوبے میں سرمایہ دار کا پیسہ کم اور بینک کی وساطت سے کھاتہ داروں کی سرمایہ کاری زیادہ ہوتی ہے۔ جو اس بنیاد پر بینک کے پاس پیسہ رکھواتے ہیں کہ کل انہیں اپنی رقم پر اضافہ ملے گا لیکن انہیں ملنے والا یہ اضافہ بھی جھاگ کی مانند ہوتا ہے وہ اس لئے کہ سرمایہ دار جب بینک سے قرض حاصل کرتا ہے تو اس کا سود اپنی جیب سے ادا نہیں کرتا بلکہ چیز کی تیاری پر اٹھنے والے اخراجات مثلاً بجلی کا بل خام مال کی قیمت مزدوروں کی تنخواہ وغیرہ کے ساتھ قرض کے سود کو بھی خرچ شمار کرکے چیز کی لاگت میں جمع کر دیتا ہے لہذا جب چیز تیار ہو کر بازار میں آتی ہے تو اس کی قیمت میں وہ شرح سود بھی شامل ہوتی ہے جو اس نے بینک کی وساطت سے گاہکوں کو ادا کی لہذا وہ گاہک جو شروع میں اپنی رقم پر دس، بارہ فیصد سالانہ اضافے سے خوش ہوا تھا، اپنی جیب سے ساری رقم دوبارہ مہنگی اشیاء کی خریداری پر دے بیٹھا۔ جیمز رابرٹسن نے اس صورتحال کی بڑی خوبصورت عکاسی کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ معاشی نظام میں سود کا کردار یہ ہے کہ یہ دولت کو کم آمدن طبقہ سے زیادہ آمدن والے طبقے کی طرف منتقل کرتا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سود کی ادائیگی کو اشیاء وخدمات کی قیمت میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر بنیادی اشیاء بھی کافی گراں معلوم ہوتی ہیں۔[33]

حقیقی معاشی سرگرمیوں سے اعراض

سود انسان کو حقیقی معاشی سرگرمیوں سے دور رکھتا ہے اور بیٹھے بیٹھائے پیسے سے پیسہ بنانے کی طرف اکساتا ہے جس میں انسانیت کا نقصان ہے۔ انسانیت کا فائدہ اس میں ہے کہ روپیہ پیسہ روزمرہ کی معاشی سرگرمی کا حصہ بنے جس سے اثاثہ جات وجود میں آئیں، تجارتی وصنعتی اشیاء میں اضافہ ہو، مزدوروں کی مہارت اور کاریگروں کی کاریگری میں بہتری آئے۔ امام رازیؒ بعض علماء کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> إنما حرم الربا من حيث إنه يمنع الناس من الاشتغال بالمكاسب وذلك لأن صاحب الدرهم إذا تمكن بواسطة الربا من تحصيل درهم زائد نقداً أو آجلاً خف عليه اكتساب المعيشة فلا يكاد يتحمل مشقة الكسب والتجارة والصناعة وذلك يفضي إلى انقطاع منافع الخلق، ومن المعلوم أن مصالح العالم لا تنتظم إلا بالتجارات والحرف والصناعة والإعمار

> "ربا کو اس لئے حرام قرار دیا گیا ہے کہ لوگوں کو حقیقی معاشی سرگرمیوں سے دور رکھتا ہے۔ جب ایک مالدار شخص کو اجازت دے دی جائے کہ وہ سود پر روپیہ پیسہ کمائے تو پھر اس کے لئے روپیہ پیسہ کمانا آسان ہو گا اور وہ کسبِ معاش، تجارت یا صنعت کی کلفت کیوں اٹھائے گا؟ اور یہ انسانیت کے مفاد کے خلاف ہے اس لئے کہ انسانیت کے مفاد کا تحفظ حقیقی تجارت، صنعت کاری اور تعمیر کے بغیر

33. James Robertson, *Future Wealth: A New Economics for the 21st Century* (London: Cassell Publications, 1990), 131.

ممکن نہیں"۔[34]

کرنسی میں گراوٹ

ماہرین معیشت یہ کہتے ہیں کہ کرنسی ملکی معیشت کی جان ہے۔ یہ جس قدر مستحکم ہوگی، ملکی معیشت میں بھی اسی قدر استحکام آئے گااوراس کی گراوٹ ملکی معیشت کے زوال پر منتج ہوگی۔ جوہن فلپ (Johan Philpp) نے کہا تھا کہ سود کی شرح جب بلند ہوتی ہے تو کرنسی میں گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔[35]

اس کی مثال اس طرح سے دی جاسکتی ہے کہ جب سود کی شرح بلند ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے مہنگائی بھی جنم لیتی ہے اور مہنگائی کی وجہ سے کرنسی کی قوت خرید میں کمی واقع ہوتی۔ اگر کوئی چیز عام دنوں میں 100 روپے کلو ہو اور مہنگائی کے بعد وہی چیز 150 روپے کلو ہو جائے تو کرنسی کی قوت خرید میں زبردست کمی واقع ہوگی اوراس کے برعکس صورت میں کرنسی کی قوت خرید میں اضافہ ہوگا۔

پیداواری منصوبوں میں رکاوٹ

سود کی شرح جب بلند ہوتی ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس فاضل سرمایہ ہے وہ اسے کسی پر خطر کاروبار میں لگانے کی بجائے بینک کے پاس جمع کروادیں تاکہ انہیں بلند شرح پر سود ملے۔ ایسا کرنے سے کاروبار سے روپیہ پیسہ نکل کر بینک کے پاس چلا جاتا ہے اور نفع بخش وپیداواری منصوبے وجود میں نہیں آتے۔[36] وطن عزیز کے موجودہ حالات میں پراپرٹی کا سیکٹر تنزلی کا شکار ہے جس کی متعدد وجوہات ہیں لیکن ان میں ایک اہم وجہ سود کی بلند شرح بھی ہے۔ عوام الناس جب یہ دیکھتے ہیں کہ انہیں بیٹھے بٹھائے اپنے سرمائے پر 22 فیصد اضافہ سود کی شکل میں ملتا ہے تو انہیں کیا ضرورت کہ وہ اپنے سرمائے کو رئیل اسٹیٹ میں لگائیں جہاں نفع کے ساتھ نقصان کا خطرہ بھی مول لینا پڑتا ہے۔ لہذا عوام الناس کا وہ طبقہ جو بیس لاکھ، تیس لاکھ پراپرٹی ڈیلر کی وساطت سے رئیل اسٹیٹ کے کاروبار میں لگاتا تھا، اب اُس سے گریزاں ہے اور اپنی رقم بینک میں رکھوانے کو ترجیح دیتا ہے۔[37]

سود کی بلند شرح، غیر یقینیت کی اہم وجہ

سود کی بلند شرح غیر یقینیت کا سبب بھی بنتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب سود کی شرح بلند ہو اور وقتاً فوقتاً تبدیل بھی ہو

34۔ الرازي، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، 74/7.

35۔ ابراہیم بن محمد الحقیل، الربا آثام واضرار (ریاض: دار ابن خزیمہ، س ن)، 25

36- Saleem, Khan, and Siraj, “The Impact of Interest Based Banking on Socio-Economic Environment and Its Solution through Islamic Finance Concepts”, 5

37. Muhammad Ishaq Malik, “Propery Decline in Pakistan”,Interview by Hafiz Rao Frahan Ali, June 24, 2024.

رہی ہو، ان حالات میں سرمایہ کار اور بینکوں کے مابین غیر یقینی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے لہذا وہ طویل المیعاد سرمایہ کاری سے ہچکچاتے ہیں اور مختصر المیعاد کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر لیتے ہیں۔ بینک مختصر المیعاد مدتی قرضے بڑی مقدار میں جاری کرتے ہیں اور سرمایہ کار بھی انہیں ہاتھوں ہاتھ وصول کرتے ہیں۔ اس سے وقتی طور پر تو معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن جیسے سرمایہ کاری بند گلی میں پہنچتی ہے یعنی رقم کسی منصوبے میں بند ہو کر رہ جاتی ہے، خواہ اس کا عرصہ کم ہی کیوں نہ ہو، ایک دم سے معاشی بھونچال آجاتا ہے۔ بینک اپنی رقموں کا تقاضا کرتے ہیں، سرمایہ کاروں کے پاس واپسی کے لئے رقم ہوتی نہیں، اس لئے کہ رقم تو منصوبوں میں لگ چکی ہوتی ہے تو معاشی بحران کا سفر شروع ہوتا ہے۔[38]

سودی قرضے، ڈپریشن اور قرض خواہ کی معاشی صلاحیت کو کم کرنے کا سبب

سودی نظام معیشت میں چونکہ بلا سود قرض کی گنجائش نہیں ہوتی۔ بینک، انشورنس کمپنیاں، مالیاتی ادارے، سب سود پر ہی کام کرتے ہیں نیز یہ کہ یہ سود پر قرض بھی ان لوگوں کو ملتا ہے جو پہلے سے سرمایہ دار اور صنعتکار ہوتے ہیں۔ غریب آدمی کے لئے بینکوں کے پاس کچھ نہیں لیکن جب انہیں ہنگامی طور پر قرض کی ضرورت پیش آتی تو وہ مقامی ساہوکاروں سے رجوع کرتے ہیں جو انتہائی بلند شرح پر سود دیتے ہیں۔ رقم کی واپسی کا دورانیہ بھی کم ہوتا ہے لہذا سود کی بلند شرح غریب اور سفید پوش طبقے میں ڈپریشن جنم دیتی ہے اور یہ ڈپریشن مقروض کے لئے معاشی مسائل بھی پیدا کرتی ہے جس سے اس کی حالت بہتر ہونے کے امکانات کم سے کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔[39]

بی۔ بی۔ سی اردو نے 25 اکتوبر، 2018 کو تھر کا ایک واقعہ رپورٹ کیا جس میں کیون رام نامی شخص نے سودی قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے خودکشی کر لی۔ کیول رام نے خودکشی سے پہلے اپنی وصیت لکھوائی جس میں اس نے کہا کہ میری خودکشی کے ذمہ دار زمیندار ہیں جنھوں نے میرے بچوں کے سامنے میری تذلیل کی۔[40]

حالیہ دنوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے سودی نظام کے بھیانک چہرے سے نقاب الٹ کے رکھ دیا۔ راولپنڈی کا شہری محمد مسعود چھ ماہ سے بیروزگار تھا۔ گھر کے اخراجات کے لئے پیسے نہ تھے تو قرض دینے والی ایپلیکیشنز میں سے ایک، ایزی لون سے صرف 13 ہزار قرض لیا مگر اس کا سود اس قدر تھا کہ کچھ ہی ہفتوں کے بعد یہ رقم ایک لاکھ ہو گئی جسے وہ ادا نہ کر سکا۔ مذکورہ شخص کی اہلیہ نے بتایا کہ پہلے شرح سود 14 فیصد بتائی گئی تھی لیکن روز بروز اس میں اضافہ کیا جاتا رہا۔ ادھر لون ایپ کمپنی سے محمد مسعود کو بلیک میل کرنا شروع کیا کہ ہمارے پاس تمہارے موبائل میں موجود تمہارے اہل خانہ کی تصاویر تک

---

38. Chapra, *Prohibition of Interest: Does It Make Sence?*, 21

39. Syed Magfur Ahmad, "Negative Effects of Interest in Our Social Development and Its Solution through Islamic Finance Concepts," in *International Congress on Islamic Education* (Istanbul, Turkey, 12-13 April, 2019), 342.

40۔ سحر بلوچ، تھر میں خودکشیوں کی بڑی وجہ: قرضوں کی عدم ادائیگی، بی بی سی (اردو)، 25 اکتوبر، 2018، https://www.bbc.com/urdu/pakistan-45974160

کی رسائی ہے، ہم وہ ڈیٹا لیک کر دیں گے۔ مقروض ایک معزز اور شریف آدمی تھا، ان دھمکیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے خودکشی کر لی۔ اس سے قبل اس نے درج ذیل پیغام اپنی بیوی کو بھیجا تھا:

> میں نے بہت سارے لوگوں کے پیسے دینے ہیں، سود کے۔ انھوں نے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ اسی پیغام میں محمد مسعود نے اپنی بیوی کو کہا "نہ میں آپ کے قابل ہوں نہ بچوں کے"۔[41]

مذکورہ شخص کی بیوی نے کہا کہ اصل رقم تھوڑی تھی لیکن اس پر سود اس قدر چڑھ گیا تھا کہ ہم مزید قرض لیتے رہے کہ اصل رقم بمع سود ادا ہو سکے لیکن وہ ادا نہ ہو سکی۔

سود کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک دفعہ جب یہ اپنے جال میں کسی کو گرفتار کر لے، رہائی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ معاشرے میں ایسے ادارے ہوں جو لوگوں کو قرض حسن فراہم کریں۔ اس دور میں جب بینکوں سے قرض حسن کی توقع نہیں کی جا سکتی، اخوت جیسے ادارے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ہیں جہاں لوگوں کو بغیر سود کے قرض میسر آ جاتا ہے۔

خلاصہ بحث:

گزشتہ صفحات میں اس بات کی وضاحت کی کوشش کی گئی ہے کہ روایتی بینکاری کی بنیاد سود پر ہے اور سود وہ ممنوعہ شئ ہے جس کے ترک نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ کی وعید سنائی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جب قرآن کریم یا حدیث نبوی کسی چیز کو ممنوع قرار دیں تو وہ اس سے رک جائے تاہم عملی زندگی نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ سود میں فائدے کی بجائے نقصان ہی نقصان ہے۔ لہذا ایسی شئ جو نقل و عقل کے لحاظ سے مفید نہ ہو ہر حال میں قابل ترک ہے۔ لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ سودی بینکاری کا نظام زندگیوں کا حصہ بن چکا ہے لہذا اسے ایک دم ترک کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ ان حالات میں کوئی متبادل ضرور ہونا چاہئے جو قرآن وسنت کی حدود میں ہو تاکہ ایک طرف روزمرہ کی زندگی میں "حرج" واقع نہ ہو تو دوسری طرف تمام سرگرمیاں شریعت کے دائرہ کار میں بھی ہوں۔

سودی قرضوں کا متبادل:

سودی قرضوں کا متبادل قرآن وسنت کے بتائے گئے وہ طریقے ہیں جنہیں اپنا کر ایک مستحکم معیشت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ بیع کی بنیاد پر کاروبار و تجارت اور پھر اس میں تقویٰ، اخوت، مساوات، دیانت اور عدل وانصاف بلکہ احسان جیسی اخلاقیات اس معیشت کا لازمی جزو ہیں۔ شراکت اور نفع و نقصان پر مبنی کاروبار میں فائنانسنگ، معیشت کو سدھارنے میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ یہ سود پر مبنی فائنانسگ کے مقابلے میں زیادہ مستحکم بھی ہے اور مبنی بر انصاف بھی۔ جب بینک اور کاروباری

41 - بی بی سی (اردو)، 14 جولائی، 2023؛ ڈان نیوز، 12 جولائی، 2023، https://www.dawnnews.tv/news/1207535

شریک، دونوں کو سرمایہ کاروبار میں لگا ہو، تو دونوں اس کی کامیابی کے لئے فکر مند ہوں گے اس لئے کہ دونوں کو معلوم ہو گا کہ نقصان کی صورت میں دونوں کا نقصان ہو گا لہذا وہ نفع کی خاطر کوشش کریں گے اس لئے کہ نفع کی صورت میں دونوں کا نفع ہے۔ اس ماڈل میں متوسط اور غریب طبقے کے ان باصلاحیت افراد کو بھی فائنانسنگ کی جائے جن کے پاس بہترین کاروباری منصوبہ ہو اور اس کی کامیابی کے امکانات بھی نظر آتے ہوں۔ ایسا کرنے سے ارتکاز دولت میں کمی آئے گی اور امیر و غریب کا فرق کم ہو گا۔ اشیاء کو لیز پر دینے کے لئے اجارہ کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ قسطوں پر مبنی خرید و فروخت کے لئے بیع مؤجل اور مرابحہ موزوں ہیں۔ اشیاء کی تیاری اور طویل المیعاد منصوبوں کے لئے استصناع ایک عمدہ ماڈل ہے۔ کاشتکاروں کو فصل سے قبل فائنانسنگ کے لئے سلم نہایت بہترین طریقہ ہے۔ جعالہ کے ذریعے مارکیٹنگ سٹاف کو ہائیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وکالہ، کفالہ بھی متعدد امور میں کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ ان تمام عقود، کاروباری معاہدوں کو اگر ان کی روح اور اسلامی نظام معیشت کی اخلاقیات کے مطابق بروئے کار لایا جائے تو ایک بہترین نظام معیشت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

نتائج وسفارشات

1. پاکستان معاشی مسائل میں ایک بنیادی اور اہم وجہ سودی قرضے ہیں۔ جتنا جلدی ممکن ہو سکے ان سے خلاصی حاصل کی جائے اور آئندہ کے لئے سودی قرض حاصل نہ کیا جائے۔
2. سود کی حرمت پر قرآن و سنت متفق ہیں۔ چودہ سو سال کا اسلامی لٹریچر اس بات کا مؤید ہے کہ اسلامی معاشیات میں سود کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں۔ اس بات کو اجاگر کیا جائے اور شکوک و شبہات پر مبنی لٹریچر کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
3. قرآن و سنت میں سود کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے، اسے عام کیا جائے تاکہ عوام الناس سودی معاملات سے گریز کریں۔ یہی وہ راستہ اجتناب ہے جس کے ذریعے خزانہ غیب سے رزق کی بشارت قرآن میں دی گئی ہے۔
4. سود کے نہ صرف معاشی بلکہ اخلاقی اور روحانی نقصانات بھی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان نقصانات سے اجتناب کیا جائے اور سود کے متبادلات پر توجہ دی جائے۔

*****